آندھی ہو یا طوفان، امن ہو یا فساد، دور ہو یا نزدیک، ہر زمانے میں شہر شہر، گلی گلی، قریہ قریہ، چھوٹی بڑی، کچی پکی مسجدیں اسی ایک ملا کے دم سے آباد تھیں جو خیرات کے ٹکڑوں پر مدرسوں میں پڑھا تھا اور در بدر کی ٹھوکریں کھا کر گھر بار سے دور کہیں اللہ کے کسی گھر میں سر چھپا کر بیٹھ رہا تھا۔ اس کی پشت پر نہ کوئی تنظیم تھی، نہ کوئی فنڈ، نہ کوئی تحریک تھی۔ اپنوں کی بے اعتنائی، بیگانوں کی مخاصمت، ماحول کی بے حسی اور معاشرے کی کج ادائی کے باوجود اس نے نہ اپنے وضع قطع کو بدلا اور نہ اپنے لباس کی مخصوص وردی کو چھوڑا۔ اپنی استعداد اور دوسروں کی توفیق کے مطابق اس نے کہیں دین کی شمع...... کہیں دین کا شعلہ...... کہیں دین کی چنگاری روشن رکھی۔ برہامپور گنجم کے گاؤں کی طرح جہاں دین کی چنگاری بھی گل ہو چکی تھی، ملا نے اس کی راکھ ہی کو سمیٹ سمیٹ کر باد مخالف کے جھونکوں میں اڑ جانے سے محفوظ رکھا۔ یہ ملا ہی کا فیض تھا کہ کہیں کام کے مسلمان، کہیں نام کے مسلمان، کہیں محض نصف نام کے مسلمان ثابت و سالم برقرار رہے اور جب سیاسی میدان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان آبادی کے اعداد و شمار کی جنگ ہوئی تو ان سب کا اندراج مردم شماری کے صحیح کالم میں تھا۔ برصغیر کے مسلمان عموماً اور پاکستان کے مسلمان خصوصاً ملا کے اس احسان عظیم سے کسی طرح سبکدوش نہیں ہو سکتے جس نے کسی نہ کسی حد تک ان کے تشخص کی بنیاد کو ہر دور اور ہر زمانے میں قائم رکھا۔ (اقتباس از شہاب نامہ)

تبصرہ کتب: (۱) **افسوس مجھ کو میر سے صحبت نہیں رہی** (۲) **مے یو کا مستقبل**

برما کے مسلم اکثریتی علاقے ''اراکان'' میں حریت پسندوں کے ایک رہنما مفتی اعظم مولانا میر احمدؒ عرف ناظم صاحب (1907-2004ء) کے سوانح حیات بھی 32 میں سے آخری 3 صفحات میں شامل ہیں جو کتابچے کا عنوان ہے۔ کتابچہ مظلوم مسلم علاقے ''اراکان'' کی ''روہنگیا'' قوم کے دیگر حریت پسند لیڈروں اور تاریخ سے بھی کسی قدر آگاہی فراہم کرتا ہے۔

برما حکومت کے شدید ظلم اور امت کی بے توجہی سے مجبور ہو کر 290 روہنگیا مجاہدین نے 14 جولائی 1961ء کو ماؤ نگڈو میں برمی افواج کے سامنے ہتھیار ڈالے تھے۔ پھر بدھ کرنل آؤں جی اور کرنل سومینٹ نے ظلم کے خاتمے اور روشن مستقبل کا وعدہ کیا تھا۔ حکومت نے ان تقریروں کو برمی کے علاوہ اردو میں بھی شائع کیا تھا۔ لیکن نہ صرف کافروں کا کوئی بھی وعدہ پورا نہ ہوا بلکہ U.N.O. کے ہائی کمشنر برائے پناہ گزیناں کے مجلے REFUGEES میں There are no Rohingyas کے عنوان سے صرف ''مسلمان'' ہونے کی پاداش میں 40 لاکھ آبادی پر مشتمل روہنگیا قوم کے ''وجود'' ہی سے انکار کیا ہے۔ یہ **کفار کے ہر حکم پر لبیک کہنے والوں کے لیے عبرتناک واقعہ ہے** کہ انہیں اپنا **وجود** ثابت کرنے کیلئے دشمن کی تقریروں کو شائع کرنے کی نوبت آئی۔ دونوں کتابچوں کی قیمت ''حسب توفیق'' رکھی گئی ہے مگر کتاب کے مصنف جناب سیف اللہ خالد نے قارئین التواصل کو یہ اعزاز دیا ہے کہ صرف ایک خط لکھ کر درج ذیل پتے سے ''**مفت**'' حاصل کر سکتے ہیں:

Ittihad Publications International

C/O G.P.O. Box **805 Chittagong** 4000 **BANGLADESH**

قسط : 15

ارض بلتستان

محمد اسماعیل فضلی

مہاراجہ گلاب سنگھ کی فتوحات: جون 1822ء کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے طلب کر کے اکھنور میں اپنے ہاتھ کی ایک تحریر پیش کردی، جس کے مطابق میاں گلاب سنگھ کو جموں کا حکمران بنادیا گیا تھا۔ برلب دریائے چناب قشقہ راجگی ان کے ماتھے پر لگایا گیا۔ میاں گلاب سنگھ جب جموں پہنچا تو معزول مہاراجہ جموں رنجیت سنگھ نے انہیں قشقہ راج لگا دیا۔ یہیں سے گلاب سنگھ مہاراجہ جموں کی مسند حکمرانی پر متمکن ہوا۔

1824-25ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے گھڑی بیمرتا کو تاراج کر کے اپنے قلمرو میں شامل کرلیا۔

1833-35ء میں سکھ جرنیل وزیر زور آور سنگھ کی جرأت و بہادری کا خوب چرچا رہا۔ لہذا مہاراجہ گلاب سنگھ نے دربار لاہور میں درخواست کر کے زور آور سنگھ کی خدمات حاصل کرلیں۔ وزیر زور آور سنگھ طوفان کی طرح اٹھا، سامنے آنے والی ہر طاقت کو تنکوں کی طرح اڑایا۔ شکست خوردہ افواج اور تاراج کیے ہوئے علاقوں میں خون کی وہ ہولی کھیلی کہ چنگیز اور ہلاکو کی خونخواریاں ماند پڑ گئیں۔

اس مشکل مہم میں وزیر زور آور سنگھ کلہوریہ نے سورو، کرگل اور دراس تک کے علاقے تسخیر کیے۔ فتح لداخ کے بعد اس نے راجہ سکردو کے علاقوں میں بھی دراندازیاں شروع کیں۔ وزیر زور آور سنگھ بھرپور طاقت کے ساتھ راجہ احمد شاہ سکردو سے الجھنا جنگی نقطہ نظر سے بہتر نہیں سمجھتا تھا۔ اس لیے انہوں نے اپنے جاسوسوں کے ذریعے باپ کے جور و ستم سے دل برداشتہ راجہ محمد شاہ کے ساتھ تعلقات قائم کر لیے۔ انہوں نے محمد شاہ کو آرام دینے کی خاطر شاہ لداخ کے حوالے کیا۔

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

1839-40 میں گلاب سنگھ کو شاہ لداخ موروپ ستزن کی ہمدردیوں کے بدل جانے کا شبہ ہوا، لہذا احمد شاہ راجہ سکردو کو اعانت کا وعدہ کر کے محمد شاہ کی گرفتاری پر آمادہ کیا۔ احمد شاہ اور موروپ ستزن کی باہمی مناقشت کو بہانہ بنا کر وزیر زور آور سنگھ کو تیسری مرتبہ لداخ پر چڑھائی کا حکم دیا، ساتھ ہی سکردو پر بھی لشکر کشی کی گئی۔

راجہ کھرمنگ علی شیر خان کو مدد پر مجبور کر کے سکردو فتح کرلیا۔ دوسری جانب ایک لشکر جرار چھور بٹ لہ عبور کر کے چبلو پر حملہ کے لیے روانہ کیا۔ چبلو پر مشرق کی جانب سے ڈوگرہ افواج نے حملہ کردیا۔ اس وقت تک زور آور سنگھ تسخیر سکردو سے فارغ

ہو چکا تھا۔ مغربی طرف سے زورآور سنگھ نے دھاوا بول دیا، کریس کے علاقوں کو تاراج کرتے ہوئے خپلو کے نواح میں پڑاؤ ڈالا۔ عین اس وقت جب خپلو کی فوجیں چھوربٹ سے آنے والے ڈوگرہ افواج کے ساتھ معرکہ کارزار میں دادِ شجاعت دے رہی تھیں، زورآور سنگھ کی چال کامیاب رہی۔ قلعہ خپلو میں متعین حفاظتی دستہ اس طوفانی حملے کو برداشت نہ کر سکا۔ راجہ اپنے اہل خانہ اور جان نثاروں کے ساتھ تھوقسی کھر میں قلعہ زن ہوا۔ زورآور سنگھ اپنے لشکر کا کچھ حصہ محاصرے پر متعین کر کے آگے بڑھا۔ سرمو کے مقام پر خونریز معرکہ آرائی ہوئی۔ راجہ خپلو کی افواج اس دوطرفہ حملے سے شکست کھا گئیں۔ یوں پورے بلتستان پر ڈوگرے قابض ہو گئے۔ اس زمانے میں خپلو پر مقبون احمد شاہ راجہ سکردو کی طرف سے ایک غدار یوچونگ کریم کھرپون بنا ہوا تھا، جبکہ راجہ بکو دولت علی خان خپلو کھر میں نظر بند تھا۔

محمد دین فوق رقمطراز ہے کہ چھوربٹ کی جانب سے ڈوگرہ افواج کی پیش قدمی کی خبر نے یوچونگ کریم کے اوسان خطا کر دیے۔ پھر سقوط سکردو کی خبر نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ لہٰذا راجہ دولت علی خان کو اپنی حکومت لوٹا کر وہ فرار ہو گیا۔

محمد اسماعیل ناتف ''کشمیر کی رانیاں'' میں لکھتا ہے کہ کھرپون خپلو یوچونگ کریم کی فرار کے بعد خپلو کے امراء و رؤساء جو محض احمد شاہ کے خوف سے کھرپون کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ راج محل میں قیمتی تحائف لے کر حاضر ہوئے۔ اپنے غلطیوں کی معافی مانگی، انہوں نے راجہ سے درخواست کی کہ فی الحقیقت ہم سب کی نظریں آپ کی قیادت پر لگی ہوئی ہیں۔ آپ سے بڑھ کر منصب راجگی کا کوئی حقدار نہیں، آپ ہی وہ شخصیت ہے جس پر اس مشکل صورت حال میں رعایا کی نظریں پڑ رہی ہیں۔ سکھوں سے بڑھ کر ظالم، سفاک اور فاسق کون ہونگے؟ انہوں نے بلتستان اور کشمیر کی جنت نظیر وادیوں پر اہلیت اور استحقاق کی بناء پر قبضہ نہیں کیا بلکہ زور وقوت، مکاری اور دھاندلی کے بل پر حاکم بن بیٹھے ہیں۔ مسلمان ان کو حقارت، نفرت اور ذلت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ رعایا چاہتے ہیں کہ آپ اس مفلوک الحال اور بے سہارا خپلو کے افواج کی کمان سنبھالیں اور اس آفت سے انہیں بچالیں۔ راجہ کی آنکھیں پرنم ہو گئیں وہ ایک عزم کے ساتھ اٹھا، جنگی لباس زیب تن کیا، رانیوں اور بچوں کو تھوقسی کھر میں پناہ لینے کا حکم دے کر میدان کارزار کی طرف روانہ ہوا۔

''آفرین باد بریں ہمت مردانہ تو''

سرموگاؤں کے پار میدان میں دشمن افواج کے ساتھ معرکہ آرائی زوروں پر تھی، فتح و کامرانی کے آثار صاف نظر آرہے تھے خالصہ افواج کی پسپائی شروع ہو گئی تھی۔ مگر عین اس لمحے وزیر زورآور سنگھ کے لشکر نے پیچھے سے حملہ کر دیا، خون آشام جنگ طول پکڑ رہی تھی، خپلو کے لشکری لڑنے اور بھڑنے کی سکت کھوتے جا رہے تھے۔ سکھوں کا دباؤ اور سختیاں لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھیں۔ فتح کا نشہ شکست کی عمیق گھائیوں کے دہانے پہنچا ہوا تھا۔ امراء کے اصرار پر راجہ نے شکست قبول کر کے امان کا جھنڈا بلند کیا۔ اور باجگزار بن کر رہنا قبول کرتے ہوئے تاوان جنگ دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔

''کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا ہوتا ہے انسان سے''

وزیر زور آور سنگھ کلہوریہ کا قتل: بلتستان کی تسخیر کے بعد وزیر فتح کا ڈنگا بجاتا ہوا لداخ پہنچا وہ لہاسہ کی تسخیر کا ارادہ رکھتا تھا، اس نے ڈوگرہ اور بلتی افواج پر مشتمل ایک لشکر جرار تیار کر کے ان کی خوب تربیت کی۔اور لہاسہ کی طرف پیش قدمی شروع کی، سردیوں کا سخت موسم گزرنے تک طغلا کھر میں پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔مگر اچانک بے خبری میں لہاسہ کے لشکر نے شب خون مارا۔1841ء کے اس خونریز معرکے میں وزیر زور آور سنگھ مارا گیا۔

جرنیل کے قتل کے بعد ڈوگرہ افواج شکست کھا گئیں۔اس زبردست زور آور جرنیل نے مہاراجہ گلاب سنگھ کی سلطنت کو نیپال سے لے انگریزی سلطنت الہ آباد تک اور پشاور سے لے کر لداخ تک پھیلا دیا تھا۔وہ تسخیر لداخ کی نیت سے پوری کروفر سے نکلا تھا مگر اس کی موت نے لہاسہ کی فتح کے بجائے ممالک فتوحہ لداخ، کرگل، سکردو اور خپلو میں سخت شورش اور فساد برپا کرا دیا۔

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے، ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

زور آور جرنیل کی وفات نے میاں گلاب سنگھ کو ادھ موا کر دیا۔وہ بار بار اپنے دیوان خانے کا چکر لگاتا رہا۔تھک ہار کر سونے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔گلاب سنگھ نے آخر ایک فیصلہ کر لیا کہ کسی طریقے سے بھی ہو، جو بھی قیمت ادا کرنا پڑے افواج لہاسہ کو شکست دے کر ہی دم لیں گے۔چنانچہ نصف رات بیت چکی تھی، مگر انہوں نے دفاعی امور کے ماہرین اور اپنے جرنیلوں کا اجلاس طلب کر لیا۔

بالآخر دیوان ہری چند اور وزیر رتنوں کو تازہ کمک دے کر لشکر لہاسہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔جس نے ستمبر 1842ء کو لداخ جا کر افواج لہاسہ سے ٹکر لیا۔تھوڑے دنوں تک یہ دونوں جرنیل لہاسی افواج کی نقل و حرکت اور سامان حرب و ضرب کا جائزہ لیتے رہے۔پھر اپنے لشکر کو ترتیب دینے، جاسوسی کے نظام کو درست کرنے اور ایمبش کے طریقوں کا جائزہ لینے میں لگ گئے۔ڈوگرہ شکست خوردہ افواج مہاراجہ کی جانب سے آنے والے جرنیلوں کی آمد سے کافی حد تک مطمئن تھے۔انہوں نے لہاسی افواج کی شان و شوکت، افواج کی کثرت و قلت کا خوب جائزہ لیکر پہلے پہل تین دنوں تک شب خون پر اکتفا کیا، جو مختلف اوقات میں مختلف اطراف سے مارے جاتے رہے۔جب مخالف افواج کی توجہ ہٹ گئی تو پوری آب و تاب سے حملہ کر دیا۔

لہاسی افواج شکست کا داغ لے کر بھاگ گئے۔افواج لہاسہ نے شکست کھا کر صلح کی طرف قدم بڑھائے اور خالصہ حکومت کی اطاعت و فرمانبرداری کا طوق اپنی گردن میں ڈال دیا۔اس طرح آخر ستمبر 1842ء کو عہد نامہ لداخ رقم ہوا، جس کی رو سے لہاسہ کے وہ علاقے جو وزیر زور آور سنگھ نے فتح کیے تھے حکومت لہاسہ کو واپس کر دیے، خالصہ ڈوگرہ حکومت کی سرحدیں لداخ کے سابقہ حدود تک برقرار رہیں جو شاہ لداخ رگیالپو ٹنڈوف نمگیل کے زیرنگین تھا۔